اوم

سب کی نظروں میں سماتا ہے بقدر شوق دید
ہر نظارہ میں ہے جلوہ جداگانہ ترا

کرشن درپن

از

مہاراج بہادر برق دہلوی بی اے
منشی فاضل ایس اے ایس

ارپن

میں انتہائی جوشِ عقیدت اور دلی جذبات پرستش کے ساتھ اپنی ناچیز نظموں کے اس حقیر مجموعے کو شردھا اور بھگتی کے پھولوں کا گلدستہ بنا کر یوگی راج آنند کند شری کرشن بھگوان کے چرن کملوں میں ارپن کرتا ہوں۔

برق دہلوی

9.4.20

اوم تت ست

تمہیدی الفاظ

(از قلم معجز رقم ودیانت رتن علامۂ دہر منشی سورج نرائن صاحب مہر دہلوی)

جنابِ برق سے شاعری کے رسیاؤں کا تعارف کرانا روزِ روشن میں آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ آپکا نامِ نامی اردو علم ادب کے آسمان پر مہر جہاں تاب بن کر چمک رہا ہے جن اصحاب نے مشاعروں اور قومی جلسوں میں آپ کی زبانِ مبارک سے آپکا کلام سُنا ہے وہ پھڑک اٹھے ہیں۔ اور جنہوں نے رسالوں اور اخباروں میں آپ کی نظمیں پڑھی ہیں وہ ایسے گرویدۂ کمال ہو گئے ہیں کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ مضمون۔ زبان۔ بندش اور دہلی کا ٹکسالی محاورہ غرض ہر پہلوئے نظر سے آپ کا کلام مجموعۂ محسنات ہے۔ عرصہ سے اربابِ ذوق اصرار کر رہے تھے اور انھیں میں فقیر مہر بھی ہے کہ آپ اپنا ذخیرۂ نظم شائع کراویں۔ شکر کا مقام ہے کہ اگر پورا ذخیرہ نہیں تو اس کا ایک دلچسپ حصہ آج ہدیۂ ناظرین ہوتا ہے۔ امید ہے کہ شائقینانِ ادب اس نوجوان شاعر کے لطیف کلام سے لطف اندوز ہونگے۔

یہ ایک گلدستہ ہے جسمیں پریم اور بھگتی کے پھول یکجا جمع کر کے آنند کند بھگوان کرشن کے چرنوں میں صدقِ عقیدت سے چڑھائے گئے ہیں۔ بھگوان کا اوتار پوری سولہ کلا کا بتایا جاتا ہے اور اس متبرک بھارت ورش میں اس غرض سے ہوا تھا کہ دھرم کو فروغ ہو۔ اسی غرض کو مدنظر رکھ کر مہا یوگیشور ہری نے گیتا میں وہ دھرم اپدیش دیا ہے جسے عالمگیر و ہمہ گیر کہنا چاہیے۔ کرمی یوگی بھگت اور گیانی چار ہی قسم کے آدمی مذہب و روحانیت کی راہ میں گامزن ہوا کرتے ہیں۔ بھگوان ان چاروں کو لیتے ہیں اور وہ تعلیم دیتے ہیں جن سے چاروں ہی بند دنیا سے رہائی پائیں اور موکش کے بامِ بلند پر چڑھیں۔ یہی وجہ ہے کہ گیتا ایسی ہر دلعزیز کتاب ہے اور بھگوان کرشن کو ہر عقیدہ کا آدمی اس پریم اور بھگتی کی نظر سے دیکھتا ہے۔

جنابِ برق نے گیتا کو اپنا رہبر و رہنما بنایا ہے اور اپنی پُر زور و دلکش نظموں میں کہیں کرم اور گیان کے فلسفے کی توضیح کی ہے اور کہیں بھگتی رس کے آنند کا سمندر بہایا ہے۔ یہ

پیاری نظمیں ہر طرح کی نظم کے رسیاؤں کی نظر میں پیاری محسوس ہوں گی اور سب لطف لے لے کر ان کو پڑھیں گے۔ کرشن بھگتی کے بھجنوں سے کیا سنسکرت اور کیا ہندی شاعری کی آواز تمام ہندوستان میں سدا سے گونج رہی ہے۔ شکر ہے کہ اس رسیلی بھگتی پر شعرائے اردو بھی طبع آزمائی کرنے لگے۔ پھر جناب برق سے مصفا قلب ایشور بھگت اور باکمال شاعر کا اس کوچے میں قدم رکھنا اردو شاعری کی خوش بختی کا موجب سمجھنا چاہیئے۔ غزل کی فرسودہ عشقیہ شاعری کے مقابلے میں اس قسم کی دل ہلانے اور اونچا اٹھانے والی نظمیں حقیقت میں اردو ادب کے لئے باعث فخر و ناز ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اور ارباب مذاق بھی ایسی ہی نظمیں لکھ کر اپنے کلام کو شاعرانہ اور متبرک بنائیں گے اور دنیا و عقبیٰ دونوں میں ثواب کمائیں گے

دہلی ۲۴ جون ۱۹۲۶ء

خاکسار سورج نرائن مہر

کرشن بھگوان

تو وہ بت ہے کعبۂ دل ہے صنم خانہ ترا
شمع جاں افروز ہے تو میں ہوں پروانہ ترا

عکس وحدت پڑ کے کثرت میں ہے پرتو فگن
یہ طلسمات جہاں ہے آئینہ خانہ ترا

نقشبند دہر ہے پھر دونوں عالم سے الگ
رنگ ہے نیرنگ ہستی سے جداگانہ ترا

رشک صد کان ملاحت موہنی مورت تری
غیرت حسن بتاں انداز جانانہ ترا

نغمۂ نَے ہے برائے اہل فردوس گوش
ولولہ خیز تصوف رقص مستانہ ترا

نقد جان عاشقاں صدقے ترے اعجاز پر
دل ہے بیعانہ ترا ایمان نذرانہ ترا

بحر ہستی میں کنول کی طرح تر دامن نہیں
ہوشمند خود فراموشی ہے دیوانہ ترا

سب کی نظروں میں سماتا ہے بقدر شوق دید
چشم نظارہ میں ہے جلوہ جداگانہ ترا

قطرہ قطرہ بن گیا خمخانۂ وحدت اثر
جوش مستی میں ذرا چھلکا تھا پیمانہ ترا

فلسفہ گیتا کا ہے دنیا میں کان معرفت
بند ہے کوزے میں دریائے روان معرفت

آئینہ عالم پہ تو نے راز عرفاں کر دیا
جلوۂ توحید کثرت میں نمایاں کر دیا

روئے روشن میں دکھا کر شان تنویر ازل
دہر کے ظلمت کدہ کو جلوہ ساماں کر دیا

دے کے تعلیم حقیقت خیز عین ذات کی
ماسوا کا علم بر طاق نسیاں کر دیا

بھر دیا نور جہاں افروز چشم شوق میں
خانۂ دل کو تجلی گاہ عرفاں کر دیا

شان یکتائی کی تھی وہ تیرے جلووں میں جھلک
جس نے باطل امتیاز کفر و ایماں کر دیا

راز کا پردا اٹھا کر چہرۂ مقصود سے
حسن معنی تو نے بے پردہ نمایاں کر دیا

عہد طفلی میں دکھا کر دہر کی نیرنگیاں
ثابت اس دنیا کو بازیگاہ طفلاں کر دیا

عالم اجسام میں بن کر سراپا نور کا
عرش اعلیٰ پر دماغ بزم امکاں کر دیا

دورِ دورہ مادیت کا ہے پھر سنسار میں
خود نمائی کا دکھا جلوہ نئے اوتار میں

بانسری

اے کیفِ مجسم! دلِ وارفتہ کی دنیا   اے جانِ ترنم! ہمہ تن شعلۂ آواز
اے مایۂ صد سوز! طلسمِ اثر انداز   اے پیکرِ نیرنگِ نوا! زمزمہ پرواز
تجھ میں ہے لبِ پردہ درِ راز کا اعجاز
تو ساز کا اک ساز ہے اعجاز کا اعجاز

گلہائے نوا سے تری آغوش بھری ہے   رگ رگ میں تری آتشِ خاموش بھری ہے
ساغر میں ترے بادۂ سرجوش بھری ہے   بجلی کوئی بربادکنِ ہوش بھری ہے
کیا بانس کی پوری میں ہیں تاثیر کے انداز
سحرِ نگہِ ناز کی تسخیر کے انداز

کیا نغمۂ رقصاں ہے کہ دل وجد کناں ہے   کیا جنبشِ لرزاں ہے کہ ہر ذرہ طپاں ہے
کیا مستیٔ عریاں ہے کہ بدمست جہاں ہے   کیا لطفِ نمایاں ہے کہ جنت کا سماں ہے
ہر سُر میں نیا رنگ تصوف کا بھرا ہے
صیقل گرِ آئینۂ جاں ہے جو صدا ہے

سرمایۂ راحت ہے ترا شورِ ترنم   ہر بول میں درپردہ ہے اندازِ تکلم
زیر و بمِ نغمہ سے جو برپا ہے تلاطم   ہے جوش پر آیا ہوا جذبات کا قلزم
جو تان ہے وہ ولولہ انگیزِ جنوں ہے
کیا جانئے کیا شاخِ بریدہ میں فسوں ہے

کوئل کی صدا اتنی دل افروز کہاں ہے   بلبل کا ترانہ طپش اندوز کہاں ہے

دنیا کے کسی ساز میں یہہ سوز کہاں ہے   نغمہ کوئی اتنا سبق آموز کہاں ہے
قدرت کا کرشمہ ہے تری سحر طرازی
تو کھولتی ہے رازِ حقیقی و مجازی

ہر نغمۂ دلکش میں قیامت کا اثر ہے   خودرفتہ ہیں سب اپنی نہ دنیا کی خبر ہے
ہے نقش بدیوار ملک ہے کہ بشر ہے   آئینۂ حیرت ہے شجر ہے کہ حجر ہے
بہتے ہوئے پانی کو میسر ہوا اٹھنا
ہیں گوش بر آوازِ حباب لبِ جمنا

تاثیر میں ڈوبے ہوئے سُر تجھ میں بھرے ہیں   وابستۂ آوازِ حسینوں کے پرے ہیں
مضطر ہے نظر ہاتھ کلیجے پہ دھرے ہیں   زخمِ دلِ صد چاک نئے سر سے ہرے ہیں
خودرفتگیٔ شوق ہے ہر آن دوبالا
ہے نغمۂ نے سننے کا ارمان دوبالا

تصویر بنیں گوپیاں خاموش کھڑی ہیں   مخمورِ مئے عشق ہیں مدہوش کھڑی ہیں
بنسی کی صدا پر ہمہ تن گوش کھڑی ہیں   مشتاق ہیں کھولے ہوئے آغوش کھڑی ہیں
گوکل کے گوالے! نگہہ مہر ادھر بھی
کچھ اپنی پرستاروں پہ ہے تجھکو نظر بھی

اے مطربِ انوار فشاں بانسری والے   عشاق ترے کرتے ہیں دِل تھاکے نالے
جیتے رہیں کب تک یونہیں لیکے سنبھالے   غم دیدہ ہیں گردابِ تباہی سے بچالے
پھر اوج پہ ہو خاک نشینوں کا ستارا
پھر اوم کے نغموں سے جہاں گونج اٹھے سارا

برج بھومی

برج بھومی تجھ پہ بھارت ورش نازاں کیوں نہ ہو
اے بلادِ پاک تو مشہورِ دوراں کیوں نہ ہو

وادیٔ ایمن ہے تو معمورۂ تنویرِ حسن
سرزمیں تیری تجلی گاہِ عرفاں کیوں نہ ہو

آہ! اے جولانگہِ برقِ جمالِ جاں فروز
بقعۂ نورِ ازل تیرا شبستاں کیوں نہ ہو

جلوۂ حسن آفریں تیرے صنم خانوں میں ہے
تو جہاں میں سجدہ گاہِ اہلِ ایماں کیوں نہ ہو

ذرے ذرے سے ظہورِ شانِ یکتائی ہے جب
رازِ وحدت تیری کثرت میں نمایاں کیوں نہ ہو

منزلِ خورشید ہے تو خاکدانِ دہر میں
تیری تابش سے فروغِ بزمِ امکاں کیوں نہ ہو

کیوں درخشاں ہو نہ ذرہ ذرہ تیری خاک کا
مطلعِ انوار ہے تو جلوہ ساماں کیوں نہ ہو

تو ہوئی ہے کرشن کے یمنِ قدم سے سرفراز
تیرا رتبہ غیرتِ گردونِ گرداں کیوں نہ ہو

کنجِ گلیاں ہیں تری پرپیچ راہِ معرفت
تو چمن زارِ حقیقت رشکِ رضواں کیوں نہ ہو

پارہ ہائے دل نہوں مژگاں میں کیوں ہر خار
تیرا مشتاقِ تماشا گل بداماں کیوں نہ ہو

سارے عالم سے جدا ہے شانِ زیبائی تری
کرشن کی نگری! فدا تجھ پر دل و جاں کیوں نہ ہو

دیدۂ معنی سے گر دیکھے کوئی جلوہ ترا
خلد سے ملتا ہوا آئے نظر نقشہ ترا

اے حجابِ چشم اٹھ! پھر وہ نظارہ دیکھ لوں
اپنی آنکھوں جلوۂ حسنِ خود آرا دیکھ لوں

سات پردوں میں جو پنہاں ہے نگاہِ شوق سے
بے حجابانہ وہ جلوہ آشکارا دیکھ لوں

برقِ ایمن بن کے جس نے پھونک ڈالا طور کو
خرمنِ ہستی جلے پھر وہ شرارا دیکھ لوں

جس کے پرتو سے منور ہیں زمین و آسماں
بزمِ ہستی میں اسے ہنگامہ آرا دیکھ لوں

شمعِ جاں افروز ہے جو عالمِ اجسام میں
میں وہی نورِ مجسم آشکارا دیکھ لوں

دیدہ و دل میں سما جائے وہ حسنِ جانفزا
دید کا گر دے نگاہِ شوق یارا دیکھ لوں

گردشِ معکوس کر اے گردشِ ایامِ دہر ۔۔۔ میں بچشمِ حال دُوَاپَر کا نظارا دیکھ لوں
پھر کرشن اوتار کی لیلا نظر آئے مجھے ۔۔۔ دیکھتی آنکھوں وہی جلوہ دوبارا دیکھ لوں
برج بھومی کا ہو پھر عرشِ معلیٰ پر دماغ ۔۔۔ پھر میں تینوں لوک سے متھرا کو نیارا دیکھ لوں
پھر سرور افزا صدائے نَے بنے فردوسِ گوش ۔۔۔ راس منڈل کا میں پھر دلکش نظارا دیکھ لوں
پھر جگل جوڑی کی بانکی چھب نظر آئے مجھے ۔۔۔ جلوہ افگن نند کی آنکھوں کا تارا دیکھ لوں
کنس ٹیلے پر سنوں بنسی کی متوالی صدا ۔۔۔ پھر شری جمنا کا تٹ امرت کی دھارا دیکھ لوں
پھر مہابھارت کا نقشہ ہو کھچا پیشِ نظر ۔۔۔ بالمقابل کورو و پانڈوں کو صف آرا دیکھ لوں
فلسفہ گیتا کا پھر سن لوں زبانِ پاک سے ۔۔۔ رن میں ارجن کو کمربستہ دوبارا دیکھ لوں
دستِ بستہ پھر یہ بر مانگوں بصد عجز و نیاز ۔۔۔ سایۂ دامانِ رحمت کا سہارا دیکھ لوں

پھر ہو اے ابرِ کرم رحمت کا دریا موج پر
پھر ہو اس اجڑے ہوئے بھارت کی قسمت اوج پر

کرشن جنم

دکھایا جلوہ جب شمعِ شبستانِ جہاں تو نے ۔۔۔ بنایا مطلعِ انوار تیرہ خاکداں تو نے
کیے رازِ نہاں سرِ حقیقت کے عیاں تو نے ۔۔۔ کیا ہندوستاں کو رشکِ صد باغِ جناں تو نے

جو پھیلا نور تیرا جاگ اٹھی تقدیر بھارت کی
ترے یُمنِ قدم سے بڑھ گئی توقیر بھارت کی

تری ہستی ہوئی پردہ کشائے رازِ عرفانی ۔۔۔ تری ذاتِ مقدس سے ملی تعلیمِ روحانی
ترے حسنِ جہاں افروز نے کی نور افشانی ۔۔۔ تری شانِ کرم سے ہو گئی رحمت کی ارزانی

ترے جلوے کے شامل نور پھیلا حسنِ اول کا

دیا گم گشتگانِ حق کو جس نے کام مشعل کا

ہوا تجھ سے ظہورِ جلوۂ حسن آفریں کیا کیا   ہوئی سیراب نظارہ نگاہِ دُور بیں کیا کیا
مٹے حرفِ غلط بن بن کے وہم دلنشیں کیا کیا   تری تعلیم کے قائل ہوئے اہلِ یقیں کیا کیا
تصوّف کے کِھلائے گلشنِ ہستی میں گُل تو نے
رموزِ معرفت وا کر دیئے اے عقلِ کُل تو نے

زمینِ ہند نازاں ہے وجودِ پاک پر تیرے   کبھی نقشِ قدم تھے ثبت اسکی خاک پر تیرے
زمیں پر نور تھا جلوے تھے ہفت افلاک پر تیرے   کھلے کب راز مخفی قوتِ ادراک پر تیرے
تجھے ہر اک بقدرِ وسعتِ حدِّ نظر سمجھا
کوئی اوتار سمجھا اور کوئی فوق البشر سمجھا

اندھیرے پاکھ کی تھی اشٹمی اور شب تھی بھادوں کی   جو گذری نصف شب آج فلک سے چاندنی اتری
ہوئیں خیرہ نگاہیں حسن کی تیرے ضیا پھیلی   منور ہو گیا تاریک تھا جو صفحۂ ہستی
ترانے تیری پیدائش کے گائے اپسراؤں نے
زمیں پر پھول برسائے فلک سے دیوتاؤں نے

ہوئیں ماں باپ کی آنکھیں منور کنج زنداں میں   جگہ تسکینِ خاطر کو ملی قلبِ پُر ارماں میں
ہوئی اکاش بانی کنس کو خواب پریشاں میں   ادھر حیرت سمائی خواب بن کر چشمِ درباں میں
پھنسا دیکھا جو آرام جگر موذی کے چنگل میں
شبا شب لے گئے بسدیو جی متھرا سے گوکل میں

یہاں پر نند جی کے زیرِ سایہ پرورش پائی   یہیں پر شعلۂ حسنِ مجسم نے تپش پائی
چڑھے پروان شانِ دلربائی کی روش پائی   زمانے کے مسخر کر لئے دل وہ کشش پائی
سنائے راگ جب وحدانیت کے جانفزا اُس نے

کیا خود رفتہ و سرمست سب کو نغمۂ نے نے

ہوئی جب کورو پانڈو میں مہابھارت کی تیاری پئے جنگ و جدل جب معرکہ رن میں پڑا بھاری
مقابل ہیں جب دونوں سپاہیں بہر غداری خیالِ خام سے ارجن پہ وحشت سی ہوئی طاری

اسے آگاہ تو نے کر دیا رمزِ حقیقت سے
کیا گم گشتہ رہ کو آشنا راہِ طریقت سے

کھلیں آنکھیں اٹھا جب درمیاں سے پردہ حائل نظر آئی حقیقت مٹ گیا اندیشۂ باطل
مخالف پر ظفر یابی ہوئی میدان میں حاصل تری مشکل کشائی سے ہوا حل عقدۂ مشکل

تری ذاتِ سراپا فیض کیا تھی بحرِ رحمت تھی
پئے اہلِ نظر آئینۂ رازِ حقیقت تھی

ترے حسبِ ہدایت جو یقیں رکھتے ہیں گیتا میں جو اپنے نیک عمل کرشن ارپن کرتے ہیں دنیا میں
نہیں رکھتے جو مطلق امتیاز ادنیٰ و اعلیٰ میں وہی ٹھوکر جو ہو جاتے ہیں خود گم ذاتِ یکتا میں

وہی سرمست ہوتے ہیں سرورِ جاودانی میں
انھیں ہوتا ہے حاصل موکش پد دنیائے فانی میں

بانسری اور شاعر

بانسری! مجھ کو تیری خوش قسمتی پر رشک ہے کرشن کے لبہائے لعلیں تک رسائی ہے تری
دیکھنے میں بے حقیقت بانس کی پوری ہے تو اس پہ یہ طرہ کہ عالم میں دہائی ہے تری
ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے ترا تسخیرِ قلب کس قدر جادو اثر نغمہ سرائی ہے تری
روحِ تازہ پھونکتی ہے قالبِ بے جاں میں تو جاں نوازی گویا اک معجز نمائی ہے تری
تجھ میں اے شاخِ بریدہ کیوں ہے اتنی دلکشی کیا سبب؟ مشتاق کیوں سارے خدائی ہے تری

کچھ تو بتلا دے بڑائی کا تیری کیا راز ہے؟
بانسری والے کی تو کیوں ہمدم و دمساز ہے؟

نے ہوئی گویا کہ تو ناواقفِ اسرارِ غیب — مرتبہ سمجھیگا تو کیا عقل کے دشمن میرا
دیدۂ حق بیں سے مجھ کو دیکھ لے ظاہر پرست — ہے بظاہر پردہ دارِ حسن پیراہن میرا
دل میرا آلائشِ حرص و ہوا سے پاک ہے — معصیت کے داغ سے بے لوث ہے دامن میرا
صاف باطن ہوں مجھے صدق و صفا سے کام ہے — آئینہ سے بھی زیادہ قلب ہے روشن میرا
کیوں لبِ معجز نما تک دسترس مجھ کو نہ ہو — ہو چکا ہے پہلے ہی کرشن ارپن تن من میرا
دل تیرا صدقِ مجسم ہو اگر میری طرح
نورِ صادق تجھ میں بھی ہو جلوہ گر میری طرح

کرشن سداما

سداما جی بسر کرتے تھے بے حد تنگدستی سے — میسر تلخ کامی تھی خمارِ فاقہ مستی سے
ہوئی تھی زندگی دشوار گرم و سرد ہستی سے — یہ عسرت تھی کہ کوسوں دور تھے عشرت پرستی سے
تہی دستی سے وہ دو وقت کے فاقے گذرتے تھے
مگر لب آشنائے شکوۂ قسمت نہ کرتے تھے
رضا پرور تھے یکساں جانتے تھے رنج و راحت کو — سمجھتے تھے یہ وہ عشرت ایامِ مصیبت کو
شعار اپنا بنا رکھا تھا تسلیم و قناعت کو — جگہ دل میں نہ دیتے تھے خیالِ مال و دولت کو
شگفتہ دورِ غم میں خاطرِ ناشاد رکھتے تھے
حریمِ دل خیالِ یار سے آباد رکھتے تھے

گرہ میں علم کی دولت تھی لیکن ہاتھ تھے خالی خیالِ مفلسی تھا پست پیشِ ہمتِ عالی
کبھی خاطر میں لاتے تھے نہ اپنی رذہ حالی نہایت شاق تھی دل پر مگر بچوں کی پامالی
نظر جس وقت کمھلائے ہوئے پھولوں پہ پڑتی تھی
طبیعت زلفِ خوباں کی طرح بن کر بگڑتی تھی

بڑھا جب چاک قسمت کی طرح افلاس کا عالم تو حالت بے سر و سامانی کی روز افزوں ہوئی برہم
جو گزرے اس طرح بے آب و دانہ تین دن پیہم سوشیلا نے پتی سے یوں کہا با دیدۂ پُر نم
میسر پیٹ کو روٹی نہ تن پر تار باقی ہے
بس اک تارِ نفس ہے اور جانِ زار باقی ہے

کہاں تک نت نئی آفت سہیں تازہ ستم دیکھیں کہاں تک جان پر صدمے اٹھائیں رنج و غم دیکھیں
کہاں تک تھام کر دل تڑپتے بچوں کو ہم دیکھیں تڑپنا آہ معصوموں کا کن آنکھوں سے ہم دیکھیں
منائیں اپنے دن پھرنے کی جھوٹی آس ہم کب تک
بجھائیں اوس کے چھینٹوں سے آخر پیاس ہم کب تک

سفر کی ٹھان کر گھر سے نکالو تم قدم باہر اگر روزی ملے تو دیس سے پردیس ہے بہتر
گزاریں گے کسی صورت یہاں گزرے گی جو ہم پر شرن لو تم شری بھگوان کی اب دوارکا جا کر
نگاہِ مہر سے اُن کی ستارا اپنا پلٹے گا
نصیبہ پرتوِ رُخ سے دوبارہ اپنا چمکے گا

سداما نے کہا میں بات اپنی کہہ نہیں سکتا پرائے در پہ دستک دوں یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا
کسی کے سامنے میں اپنا دکھڑا رو نہیں سکتا بہا کر اشکِ حسرت داغِ قسمت دھو نہیں سکتا
نہ دیگا اُن کو کیا پیدا کئے کی لاج ہے جس کو
اُسی کا آسرا ہے منہ دکھاؤں اور اب کس کو

رسائی کرشن کے دربار تک ہے کیا کوئی آساں کہاں تاریک ذرہ اور کہاں وہ مہرِ تاباں

ہوئی گر باریابی کون ہوگا حال کا پُرساں — وہ پہچانیں گے کیا روئے گدائے بے سر و ساماں
وہ راجا ہیں ملے گی کب اُنہیں لو اس سے فرصت
نہ ہوگی ستیہ بھاما رکمنی کے پاس سے فرصت

سوشیلا نے کہا کیا کرشن جی آنکھیں چرائیں گے — نہیں ہرگز نہیں وہ رسم ہم چشمی نبھائیں گے
نگاہیں چار ہوتے ہی تمہیں پہچان جائیں گے — بہا کر پریم کے آنسو بھر آنکھوں پر بٹھائیں گے
وہ راجا ہو گئے تو کیا نئے ہیں یا نویلے ہیں
پُرانے مِتر ہیں بچپن کے۔ برسوں ساتھ کھیلے ہیں

سُداما جی کے دل میں گر گئیں گھر کچھ تو یہ باتیں — اُدھر کچھ یاد آئیں عہدِ طفلی کی ملاقاتیں
گُرُکل کے وہ دن۔ وہ اکتسابِ علم کی راتیں — وہ جذباتِ محبت اور آپس کی مداراتیں
رہا قابو نہ دل پر ہو گئے تیار چلنے کو
بہانہ خوب یہ ہاتھ آگیا گھر سے نکلنے کو

خیال آیا اگر جاؤں تو خالی ہات کیا جاؤں — پرانے مِتر سے ملنے بلا سوغات کیا جاؤں
پئے تجدیدِ الفت مورِدِ آفات کیا جاؤں — بحالِ زار کیا جاؤں با ایں اوقات کیا جاؤں
نہوں تحفے تحائف ہدیۂ ناچیز کافی ہے
سمجھ لیں گے وہ برسوں بعد ملنے کی تلافی ہے

سوشیلا نے پتی کی اپنے جب یہ آرزو پائی — تو دل ڈوبا وفورِ بے کسی سے آنکھ بھر آئی
گئی ہمسایہ میں تھوڑے سے چاول مانگ کر لائی — برائے شام سُندر پریم کی سوغات بھجوائی
سُداما باندھ کپڑے میں چاول دوارکا پہنچے
درِ مقصود تک منزل بمنزل چلتے جا پہنچے

کہا دربان سے کہدو کہ اک ناکام آیا ہے — مجسّم حسرتِ دیدِ رخِ گھنشام آیا ہے
پرستارِ قدیمی۔ بندۂ بے دام آیا ہے — برہمن تو دُرافتادہ سُداما نام آیا ہے

محل تک دُوار پالوں نے پیام وید پہنچایا
بیانِ شوق تا جلوہ گہِ امید پہنچایا

سُنا جب لکشمی پتی نے تو ہو کر بے قرار اُٹھے　　طلائی تخت سے چشم سراپا انتظار اُٹھے
رہی چوسر کے پانسوں کی نہ سُدھ بے اختیار اُٹھے　　فدا ہونے کو رُوئے یار پر پروانہ وار اُٹھے
جھپکتے ہی پلک سیرابِ نظارہ نگاہیں تھیں
سُداما کے گلے کا ہار منموہن کی باہیں تھیں

بہت ساتھ لیجا کر بٹھایا تختِ زرّیں پر　　اتاری آرتی صدقے کیے لعل و زر و گوہر
یہ عالم تھا کہ مصروفِ پرستش تھے دیا ساگر　　کیا سنمان آدر دیوتاؤں سے کہیں بڑھ کر
زہے بختِ رسا یہ مرتبہ پایا سُداما نے
چنور ان پر ڈھلایا رُکمنی اور ستیہ بھاما نے

بصد شوق و تمنا پھر یہ پوچھا دین بندھو نے　　کہاں ہے وہ ہمیں بھاوج نے جو سوغات بھیجی ہے
بہت ہے مان کا اک پان ہم ہیں پریم کے بھوکے　　حجاب اتنا عبث آتا ہے اسکے پیش کرنے سے
وہ ہدیہ سر پہ رکھ لینے کے ہم قابل سمجھتے ہیں
اُسے تو ہم حسابِ دوستاں دردل سمجھتے ہیں

بڑھایا تحفۂ الفت کی جانب ہاتھ پھر اپنا　　سر آنکھوں پر سے ارمغانِ شوق کو رکھا
کیا جب نوشِ جاں تو خوانِ نعمت سے سوا پایا　　لبِ شیریں سے فرطِ ذوق میں بیساختہ نکلا
بھری ہے کوٹ کر لذت جو ان نایاب دھانوں میں
مزا ایسا نہ پایا آجتک جنت کے کھانوں میں

کئی دن تک سُداما نے بسر کی میہمانی میں　　شبانہ روز گذرے لطف و عیش و کامرانی میں
رہے شاداں و خنداں دُوارکا کی راجدھانی میں　　بہارِ جنت الفردوس دیکھی زندگانی میں
ہوئے پھر بادلِ ناخواستہ دربار سے رخصت

کیا عرض منوہر نے بڑے انکسار سے رخصت

وطن پہنچے جو طے کر کے منازل رہ گئے حیراں
نظر آیا نیا جلوہ نیا نقشہ نیا ساماں
نہ وہ گھر ہے نہ وہ در ہے نہ ہے وہ خانۂ ویراں
جہاں ٹوٹا سا چھپر تھا کھڑا ہے قصر عالیشاں
ہوئی حیرت یہ بیداری ہے یا ہے خواب کا عالم
کہ بدلا ہے سراسر عالمِ اسباب کا عالم

سوشیلا کی نگاہیں لگ رہی تھیں دیر سے در پر
جو دیکھا اپنے سوامی کو رکھی خاکِ قدم سر پر
لٹائیں وار کر موتی کی لڑیاں روئے انور پر
محل میں ساتھ لیجا کر بٹھایا مسندِ زر پر
کہا پھر دست بستہ ہم نے وطن اپنا جو پایا ہے
شری بھگوان کا پرتاپ ہے یہ اُن کی مایا ہے

کُرُوکشیتر

میدانِ کُروکشیتر ہے وہ خطۂ ویراں
ہر ذرے میں جس کے ہے نہاں گنجِ شہیداں
آثارِ تباہی ہیں ہر ایک سمت نمایاں
عبرت کا نگاہوں کے لئے ہے سر و ساماں
تہذیبِ کہن دفن ہے اس خاک کے نیچے
پنہاں ہیں جواہر خس و خاشاک کے نیچے

پیوند زمیں ہے اسی جا شوکت دیرینہ
ہے گرد سرِ راہ یہیں حشمت و تمکیں
وہ عہد کہ تھا ہند کی تاریخ میں زریں
مدفون یہاں اس کی ہے سب عظمت پیشیں
ہر تودۂ گل مخزنِ اجلالِ سلف ہے
اس خاک کے ذروں کو ستاروں پہ شرف ہے

جاری یہیں وہ خون کا سیلاب ہوا تھا
میدانِ وغا جس سے کہ سیراب ہوا تھا

دامانِ زمیں حلقۂ گرداب ہوا تھا　　بھارت کا سفینہ ہمیں غرقاب ہوا تھا
تاثیر یہ ہے خون کے دریائے رواں کی
اب تک بھی زمیں سرخ نکلتی ہے یہاں کی
کورو ہیں شمشیر بکف ہو کے لڑے تھے　　پانڈو ہیں صف بستہ پیکار کھڑے تھے
کشتوں کے دمِ رزم ہمیں کھیت پڑے تھے　　جھنڈے ہمیں ویروں کی شجاعت کے گڑے تھے
ہنگامۂ خونریز سے رن کانپ اٹھا تھا
لرزاں تھی زمیں چرخِ کہن کانپ اٹھا تھا
بھیشم نے دکھائی تھی ہمیں شانِ شجاعت　　اعجازِ فنِ جنگ۔ بر ہمچرج کی طاقت
جنگاہ میں برپا تھی قیامت پہ قیامت　　ناگاہ شکھنڈی نے کیا پست بہ حکمت
تیروں کی ہمیں سیج پہ آرام کیا تھا
فردوس کے جانے کا سر انجام کیا تھا
درونا نے ہمیں قلعہ وہ تیار کیا تھا　　ابھمن نے دلیرانہ جسے توڑ دیا تھا
جیدرتھ کے تیغے نے لہو اس کا پیا تھا　　مقتول کا بدلہ ہمیں ارجن نے لیا تھا
دھندلی سی جھلک ڈوبتے سورج کی کرن کی
شاہد تھی کماندار کے مردانہ پرن کی
تیروں سے کرن کے ہمیں طوفان اٹھا تھا　　جس سمت دھنش پھیر دیا حشر بپا تھا
ناوک جو چھٹا شست سے پیغامِ قضا تھا　　پانڈو پہ کڑا وقت ہمیں آ کے پڑا تھا
ارجن کے محافظ ہمیں بھگوان بنے تھے
یہ پریم کا ثمرہ تھا کہ رتھبان بنے تھے
عرفاں کا لٹا تھا اسی بھومی میں خزانہ　　ویدوں کا تھا وا کیہ ہے گیتا کا ترانہ
ہر لفظ ہے جس کا سبق آموزِ زمانہ　　ہے جانِ تصوف مہا بھارت کا فسانہ

جب تک کہ جہاں مہر سے پُر نور رہیگا
میدانِ کورُوکشیتر کا مشہور رہیگا

فلسفۂ گیتا

ارجن کا جو رتھ قلب میں لشکر کے در آیا — صفہائے مقابل کا نظارہ نظر آیا
دیکھا جسے اپنا تھا نہ تھا کوئی پرایا — بے ساختہ دل دردِ محبت سے بھر آیا
جی چھوٹ گیا۔ آگیا رعشہ سا بدن میں
تھرّایا دھنش بان کفِ تیر فگن میں

بھگوان سے کی عرض کہ اے واقفِ اسرار — ہنگامۂ خونریز سے دل میرا ہے بیزار
کس کو ہدفِ تیر کروں۔ کس پہ کروں وار — یہ مقتلِ احباب ہے یا عرصۂ پیکار؟
تیغ آزما بھیشم سے ہوں رن میں کہ گرو سے
میدان کو سیراب کروں کس کے لہو سے

کیا رزم میں یہ بھی ہے کوئی کارِ نمایاں — شمشیر ہو آلودۂ خونابِ عزیزاں
دل پر ہے گراں خوفِ گرانبارئ عصیاں — ہے قلب طپاں عاقبت کار سے لرزاں
بے تاب و تواں کشتۂ صد ناوکِ غم ہوں
ہمشکلِ کماں ہوں ہمہ تن شرم سے خم ہوں

برپا کروں کس دن کے لئے رن میں قیامت — مال و زرِ دُنیا نہیں سرمایۂ جنت
جو خون بہا کر ملے ہے خاکِ مذلّت — اس تخت پہ۔ اس تاج پہ۔ اس راج پہ لعنت
صدمہ الم و یاس سے ہے جانِ حزیں پر
یہ کہکے دھنش پھینک دیا فرشِ زمیں پر

بھگوان نے ارجن کو جو دیکھا کہ ہے مایوس — فرمایا کہ زندانِ خیالات کے محبوس
دل تیرا عبث خاک کے پتلونے ہے مانوس — دیکھ اُس کو جو ہے شمع پسِ پردۂ فانوس

وہ نورِ علیٰ نور ہے وہ رُوحِ رواں ہے
ہو جامۂ تن چاک تو کیا اُس کو زیاں ہے

اندیشۂ باطل ہے ترا عقل سے خالی — میدان میں ہے پست عبث ہمّتِ عالی
تو خون کرے جنگ میں ہے خام خیالی — ہے طرفہ طلسمات یہ دنیائے مثالی

مارے سے ترے کوئی یہاں مر نہیں سکتا
تو خاک کے ذرّے کو فنا کر نہیں سکتا

ناداں کے لئے مایۂ آفات ہے دنیا — دانا کے لئے جلوہ گہہِ ذات ہے دنیا
نیرنگِ نظر عکسِ خیالات ہے دنیا — کچھ بھی نہیں اور دارِ مکافات ہے دنیا

دیکھ اسکے تماشوں کو تو شاہد کی نظر سے
ہوش اپنے نہ کھو خوابِ پریشاں کے اثر سے

جلوت کدہ مایا کا ہے یہ ہستیٔ موہوم — اگیان میں موجود ہے۔ اور گیان میں معدوم
درپردہ یہ اسرارِ حقیقت کا ہے مفہوم — پابندِ علائق نہ ہو رہ صورتِ معصوم

دانا ہے تو رکھ بے غرض اعمال سے مطلب
بھولے سے نہ ہو ثمرۂ اعمال سے مطلب

نشکام کا آورش اگر پیشِ نظر ہو — دامن ترا آلائشِ عصیاں سے نہ تر ہو
وا دیدۂ حق بیں ہو حقیقت کی خبر ہو — بازیچۂ فانی میں دوبارہ نہ گزر ہو

پھر قطرہ و دریا میں نہ پردہ ہے باقی
مٹ جائے دوئی۔ ایک ہی جلوہ ہے باقی

جبتک ہے اگر سانس عمل کی ہے ضرورت — آزاد نہیں کرم سے ہستی کی یہ مورت

نشکام سے لیکن رہے یہ کام کی صورت　　آئینہ دل کو نہ لگے زنگ کدورت
بے لوث کنول کی طرح رہ باغ جہاں میں
کثرت میں ہو وحدت کی تجلی دل و جاں میں

ارجن کے جو ہاتھ آگیا یہ نسخۂ اکسیر　　رگ رگ میں اثر کر گئی اس گیان کی تاثیر
میدان میں بڑھا لیکے دھنش بان بہادر　　افواجِ مخالف کو کیا جنگ میں تسخیر
اپدیش سے گیتا کے تو ہستی جا دیا
ذرّے کو میسّر ہوئی ہم بزمی خورشید

اے کاش ہو اپ فلسفہ آدرش ہمارا　　جنت سے بدل جائے جہنم کا نظارا
شمشیرِ حوادث سے نہ ہوں قلب دو پارا　　پھر اوج پہ آئے برق ہو بھارت کا ستارا
ہنگامۂ ہستی میں ظفر یاب رہیں ہم
روشن صفتِ مہرِ جہانتاب رہیں ہم

سدرشن چکر

جب پانڈوں کل میں شور مچا حمیتم کے بانکے پانوں سے　　جب زور کی دھارا نکلی رن جھوم میں تیر نشانوں سے
جب یودھا سب دل میں ہو دہو بیٹھے ہاتھ پرانوں سے　　جب ارجن داس کی ہو نہ سکی ارجن کی کڑی کمانوں سے
خود لیکے سدرشن چکر بڑھے بھگوان کرشن مکٹ دھاری
اک تیج سا رن میں پھیل گیا بلوان ہوئی سینا ساری

تمام شد

اوم تت ست

(تقریظ از سالک راہِ طریقت مجموعۂ فضیلت شاعرِ شیوا زباں جادو بیاں پنڈت امرناتھ صاحب ساحرؔ دہلوی)

فروغِ علم سے روشن ہے شمعِ بزمِ سخن　　صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

اس مختصر سے مجموعۂ نظم اور ناظم کی نسبت جناب منشی سورج نرائن صاحب مہرؔ دہلوی نے اپنے "تمہیدی الفاظ" میں جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس کا ایک ایک حرف گوہر آبدار ہے جو صداقت واقعات کی چمک دمک سے گرویدہ کر لینے کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ اس سے زیادہ مناسب اور موزوں الفاظ میں اپنے عزیز دوست منشی فاضل مہاراج بہادر صاحب برقؔ دہلوی کا تعارف اہلِ علم و کمال سے کرانا مجھ ناچیز ہیچمدان کی قابلیت کے احاطہ سے باہر ہے مگر برقؔ صاحب کے جوشِ محبت سے مجبور اور کلام معجز نظام سے متاثر ہو کر دل بے اختیار ہو گیا اس لئے ان کی اعلیٰ قابلیت۔ زباندانی اور صدق دلی کی داد دینا میرا فرض ہے۔ اگر خاموش رہتا ہوں تو گنہگار ہوتا ہوں۔ اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں جس کے درست ہونے میں بھی مجھے شک ہے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہوں۔ شائقین معنی پر غور فرمائیں اور الفاظ کو نظر انداز کریں۔

اس مختصر سے رسالہ میں جس کا نام "کرشن درپن" ہے۔ ۸ نظمیں شامل ہیں۔ میں مصنف کی اس حسنِ عقیدت کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس نے ان ۸ نظموں پر اس رسالہ کو ختم کیا ہے کہ اس سے آگے زبان، دل اور عقل کو جانے طاقت نہیں ہے۔ یہ ۸ نظمیں کیا ہیں گویا ان ۸ پرکرتیوں کی نمائندہ ہیں جن کا ظہور ذات بحت نورٌ علیٰ نور سے ہوا ہے۔ اور جن کا مفصل بیان سرمایہ بھگوت گیتا کی ساتویں ادھیائے (اشلوک ۴ و ۵) میں زبانی شری کرشن بھگوان کے ہوا ہے۔ انہی ۸ پرکرتیوں کی پردہ میں جان جو نورین قوت ہے اور سولہ کلا سمپورن کہلاتی ہے کونین میں جلوہ گر ہو کر کارکن ہو رہی ہے وہ خیال، قیاس، گمان اور وہم سے برتر ہے۔ اس لئے زبان۔ دل۔ عقل اور

انانیت کی رسائی اوس تک نہیں ہوسکتی۔ اس رسالہ میں لائق مصنف نے اسرارِ حقیقت اور رموزِ معرفت کا وہ دلچسپ مرقع دکھایا ہے جس کو صفائے قلب اور عشقِ صادق کی ہدایت اس نے خود بچشم ظاہری و باطنی مشاہدہ کیا ہے۔

نظم اوّل موسومہ "کرشن بھگوان" فی الواقع اس کے سگن اور نرگن روپ کی توضیح ہے۔ جو پرابھگتی یعنی عشق و فنا کے وسیلہ سے کی گئی ہے۔ باعتبار نفس مضمون اعلیٰ درجہ کا فلسفۂ الوہیت ہے۔ اور باعتبار زبان و اظہار اعلیٰ پایہ کی فصاحت اور زباندانی کا نمونہ۔ اسپر لطف یہ ہے کہ کلام صاف شستہ سریع الفہم اور پُراثر ہے۔ ہر ایک شعر سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے۔ اور یہی حال باقی ماندہ دیگر کلام کا ہے بنظر اختصار "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کیا جاتا ہے۔

مطلع۔ تو وہ بُت ہے کعبۂ دل ہی صنم خانہ ترا ‌ ‌ شمع جاں افروز ہے تو میں ہوں پروانہ ترا

جانِ علیم ہر دل میں متمکن ہے وہ شاہدِ ازل کا پرتوِ حسن ہے۔ شاہدِ ازل وہ صنم ہے جو بتخانۂ دل میں مقیم ہوکر جلوہ افگن ہے۔ پس دل اسی بت کا صنم خانہ ہوا جہاں صنم پرست عشق کے وسیلہ سے پروانہ وار شمع جمالِ شاہدِ ازلی کا شیدا ہوکر انجام کار محوِ فنا ہوجاتا ہے۔ کیا اچھی تصویر عشق و فنا کی لفظ و بیان میں کھینچی گئی ہے۔ اہلِ ذوق اندازہ کرسکتے ہیں۔

شعر۔ عکسِ وحدت پردۂ کثرت میں ہی پرتوفگن ‌ ‌ یہ طلسمات جہاں ہے آئینہ خانہ ترا

کس دقیق مسئلہ کو کس خوش اسلوبی سے سادہ الفاظ میں واضح کیا گیا ہے۔ نورِ ذات کا ظہور تین صفات میں ہوا ہے۔

برہما صفت ایجاد۔ وشنو صفت قیام۔ شیو صفت فنا۔ یہ توحید کی الطف تثلیث ہے جو علم سے بہرہ ور نہیں وہ ہی اس راز سے انکار کرسکتے ہیں۔ اہلِ علم اس حقیقت کے آشنا ہیں۔ دیدن بلا ثلاثہ ممکن نہیں۔ نظر۔ ناظر۔ اور منظور کا ثلاثہ قائم ہونا لابدی ہے مگر علم عرفان میں صورت یہ ہے کہ توحید نے تثلیث کے لباس میں جلوہ گر ہوکر اپنی حسن

خود آرا کا مشاہدہ آپ ہی کیا ہے۔ شرک ماسوا درمیان میں نہیں ہے۔ کونین ہر سہ صفات کا جلوہ ہے اور صفات جلوۂ ذات (ادھیائے ہشتم) اور صفات حجاب ذات (ادھیائے ہفتم) ہے چشم بصیرت حسن ازل کو بیرون اور اندرون پردہ جلوہ گر دیکھ رہی ہے۔ یہ دیدار قلب مصفا میں نصیب ہوتا ہے۔ اندرون پردہ حرم ہے اور بیرون پردہ دیر ہے۔ یہ کونین نیرنگ طلسمات ہے جہاں حسن ازل صفات کی آئینوں میں جلوہ گر ہو رہا ہے۔

شعر: نقشبند دہر ہے پھر دونوں عالم سے الگ ۔ رنگ و نیرنگ ہستی سے جداگانہ ترا

کس سحر خفی کا اس شعر میں صفات کے ساتھ انکشاف کیا گیا ہے جس اہل ذوق نے سریمد بھگوت گیتا کی نوین ادھیائے کو غور پڑھا ہے وہ اس شعر کو خلاصہ پنج روپ نوین قوت۔ سولہویں کا سمپورن کا تصدیق کر سکتا ہے (ملاحظہ ہو مخزن اسرار صفحہ ۳۰ اشلوک ۴ لغایتہ ۱۰) نمبر اشلوک ۱۵ لغایتہ ۱۹)

میں ہوں مخفی طور پر دائم محیط کائنات ۔ مجھ سے کل اجسام قائم ہیں نہ ان میں میری ذات
دیکھ میری قدرت کامل کہ گو موجود ہے ۔ ہر دو عالم میری ہستی میں مگر نابود ہے
گرچہ میری وجہ سے ہے سلسلۂ عالم کا نظام ۔ میں ہوں بے نام و نشاں عالم نہیں میرا مقام
تا چو بادی ہوا جیسے خلا میں ہے مدام ۔ مجھ میں موجودات کل ہے ایسی صورت سے قیام
میری قدرت سے ہے رنگ عالم غیب و شہود ۔ گاہ پیدا گاہ پنہاں گاہ بود و گہ نبود
قادر مطلق ہوں میں اور اپنی قدرت سے ضرور ۔ بار بار اس عالم فانی کو دیتا ہوں ظہور
میں سدا ہوں اپنی قدرت سے بری اور بے اثر ۔ اس لئے پابندی افعال سے ہوں بے خطر
میری قدرت کے لوازم میں ہیں حرکت او قرار ۔ اس طرح گردش میں ہی یہ عالم ناپائیدار
عالم اسباب میں ہوں میں ہی اثر پیدا ۔ ہیچ ہے چشم بصیرت کی نظر میں نا ہوا
میں ہی کرتو میں ہی یگ ہوں میں ہی غلہ میں ہی گھی ۔ میں ہی اگنی اور میں ہی منتر اور میں ہی آہوتی
میں ہی سب کا والد و مادر بزرگ پاسباں ۔ میں ہوں تینوں وید رگ سام و یجر کا راز داں

مصدرِ عالم مقدّس اسم اعظم اونکار — منزلِ مقصود سالکِ شاہد وپر دردگار
میں ہی ملجا اور ماوا اور مُربّی خلق کا — تخم لا فانی کی صورت موجب خلقِ دنیا
میں نمائش ہوں میں ہی بارش جاذب او بارد — زندگی اور موت میں ہے حق و فکر باطلہ

ذات کا نقشبند دہر ہونا اور پھر کونین یعنی ظہور اور بطون سے علیحدہ ہو کر عین علم ہونا اور ان کا بخ روپ دکھا کر نیرنگ ہستی سے اس کو جدا دکھانا جس قابلیت سے اس شعر میں ادا کیا گیا ہے اس کی داد اہلِ دل واقفِ رموز ہی دے سکتے ہیں بے نشان کا نشان میں آنا اور باوجود نشان میں آنے کے بے نشان قائم رہنا وہ مسئلہ ہے جس میں بڑے بڑے فلسفی حیران و پریشان ہیں اور تصدیق اس شعر کے نفسِ مضمون کی شریمد بھگوت گیتا کے نویں ادھیائے سے ہوتی ہے۔

اگلے اشعار میں لائق مصنف نے اپنے پریم بہاؤ کا اظہار کیا ہے اور سرگن بھگتی سے عشق کی فضیلت اور فنا کی منزلت دکھائی ہے۔

شعر۔ سب کی نظروں میں سماتا ہے بقدرِ شوق ہو — چشمِ نظارہ میں ہے جلوہ جدا گانہ تیرا

کیا حیرت انگیز صورت کو آشکار کرتا ہے۔ ذات کا صفات میں ظہور بقدرِ مدارجِ امتزاج ترکیبی اور صفات کا سم بھاؤ (نظرِ مساوات) ہونا۔ اور وحدت کا کثرت میں واحد اور کثیر نظر آنا۔ ناقابلِ تقسیم کا منقسم صورت میں نظر آنا کس خوبی سے کس فصاحت سے بیان ہوئے ہیں۔

شعر۔ قطرہ قطرہ بن گیا خمخانۂ وحدت اثر — جوشِ مستی میں ذرا چھلکا تھا پیمانہ تیرا

کیا غضب کا استعارہ ہے۔ وہ چوتھی سر کا مقام۔ وہ کرشن بھگوان کی چرن پادکا۔ وہ میدان جنگ میں کرشن بھگوان کا ارجن کو دم کے دم میں حسنِ عُریاں کو دکھانا۔ برہم اور ادھیاتم کا یکجا نظارہ دکھانا۔ ادھیاتم میں برہم کی حقیقت کو آشکار دکھانا سب اس شعر کے لفظ لفظ سے ترا دش کرتا ہے۔

یہ وہ جوشش مستی ہے جو شریمد بھگوت گیتا کی گیارہویں ادھیا میں منکشف ہوا ہے جس نے دم کے دم میں ارجن کی عقل محدود کو عقل لاتعین میں منتقل کر دیا۔ اسی نظارہ کی بدولت ارجن نے جزو کو کل میں دیکھا اور قطرہ کو دریا کا آشنا پایا۔ اسی جلوہ کی برکت سے علم ذات پیمانہ سے چھلک کر ایک ایک قطرہ اس کا جہان جہان علم الوہیت ہے ایک خمخانہ وحدت اثر ہو گیا ہے۔ تمام عالم اس امر کو تسلیم کرتا ہے اگلا شعر اس کی تصدیق ہے۔

شعر۔ فلسفہ گیتا کا ہے دنیا میں کان ہنر بنا ہے کوزہ میں دریائے روانِ معرفت

اس شعر کے مضمون سے کسی اہل علم اہل ذوق اور اہل دل کو انکار نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ بیان ہوا ہے واقعات کا بیان ہوا ہے اور تمام عالم کا اتفاق اس پر ہے کہ گیتا کا فلسفہ نہایت اعلیٰ فلسفہ ہے جس تک کسی دوسرے فلسفہ کی رسائی نہیں ہو سکی ہے۔ اور نہ آئندہ ہونے کی ظاہرا امید ہے۔

چونکہ اختصار مد نظر ہے اسیقدر کلام کے تبصرہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ باقیماندہ کلام کی بھی یہی صورت ہے۔ پریم بھاؤ کو ابتدا سے انتہا تک نبھایا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ میرے محب منشی مہاراج بہادر صاحب برق کا کلام برقی اثر طبائع میں بھر دیتا ہے۔ یہی پریم بھاؤ ان کے جذبات کو کامیاب بنا دیتا ہے۔ پرماتما ان کے پریم بھاؤ میں دن دونی رات چوگنی ایزادی عطا فرمائے۔

۶۔ جولائی ۱۹۲۷ء ساحر دہلوی

قطعۂ تاریخ

از نتیجۂ فکر شاعر نازک خیال ناظم باکمال منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی

پہلے جلوہ برق حسن خیال
نمایاں شدہ شان علم و ادب

دم گفت رونق پئے سال طبع
بگلزار گلشن درپن چھپا خوب

۱۹۲۶ع

اطلاع

کرشن درپن۔ براہِ راست مصنف سے ذیل کے پتے پر یا
مینیجر ہمدرد پستکالیہ نئی سڑک دہلی سے طلب فرمائیں ؎

قطعہ تاریخ (دیگر)

(از جناب رونق صاحب دہلوی)

شاعر خوش بیاں جناب برق ۔ خوب لکھا کرشن درپن ہے
کہہ رہا ہے یہ لفظ لفظ اس کا ۔ واہ وا۔ کیا کرشن درپن ہے
کلک رونق سے ہو عیاں سن طبع ۔ تحفہ اچھا کرشن درپن ہے

۱۳۴۵ھ

پتہ :۔

مہاراج بہادر برق دہلوی بی۔ اے۔ گلی تماشہ۔
متصل نئی سڑک۔ دہلی

مطلعِ انوار

یعنی

افتخار الشعرا جناب برق دہلوی کی ادبی۔ اخلاقی۔ تاریخی۔ اور نیچرل نظموں کا دلفریب و دیدہ زیب مجموعہ جس کی ہر نظم فصاحت اور بلاغت کے شگفتہ پھولوں کا چمن زار اور جس کا ہر شعر مرقع جذبات۔ گلدستۂ معانی اور آئینہ زباندانی ہے۔ شائقینِ ادب و ارباب ذوق کی پانسو درخواستیں مصنف کے پاس آنے پر یہ مجموعہ چھپنے کے لئے پریس میں بھیجا جائیگا۔ اس کی ضخامت غالباً دوسو سوا دوسو صفحات سے کم نہ ہوگی لیکن جملہ خوبیوں کے باوجود قیمت صرف عہ مجلد ہوگی کیونکہ مجموعہ سے محض کلام کی اشاعت مقصود ہے۔

المشتہر

چتربہاری نرائن سکسینہ منیجر ویدک اپدیشکالیہ
نئی سڑک دہلی

Date	No.	Date	No.